ماہنامہ
پیام عرفات
رائے بریلی

مسلمان ردِّعمل کی نفسیات کے شکار نہ ہوں!

”بلاشبہ اس وقت ساری دنیا کے مسلمان اور خاص طور پر دینی تعلیمات وہدایات پر سختی کے ساتھ کاربند رہنے والے افراد ہر جگہ اور ہر مقام پر اس معاندانہ سیاست کی وجہ سے جو اسلام مخالف تحریکات کے ذریعہ پروان چڑھائی جارہی ہے، قسم قسم کے مسائل میں گرفتار ہیں۔ پھر بھی اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان ردِّعمل کی نفسیات کے شکار ہو جائیں اور وہ بھی عداوتوں اور نفرتوں کا جواب عداوت اور نفرت ہی سے دینے لگیں۔ ردِّعمل کی یہ نفسیات ان کے شایانِ شان بالکل نہیں ہے۔ ان کا کام تو یہ ہے کہ نصیحت وخیر وخواہی اور دعوت الی اللہ کے عمل کو جاری رکھیں، اسلامی تعلیمات اور احکامات کو حکمت و مصلحت اور متوازن انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہیں کہ ان کے اسلام کو ہر حال میں یہی اور بس یہی حکم ہے۔“

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(نیا عالمی نظام اور ہم: ۳۰۳)

Oct
2025

مرکز الإمام أبی الحسن الندوي
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

چمن میں تلخ نوائی میری گوارہ کر

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

’’مجھے سب سے بڑا خطرہ (جواب خطرہ نہیں رہا بلکہ مشاہدہ بنتا جا رہا ہے) مسلمانوں کی ان دو کمزوریوں یا بیماریوں سے ہے جو دل پر پتھر رکھ کر کہتا ہوں کہ ہندوستان کی حد تک ملی مزاج بنتا جا رہا ہے؛ ایک عجلت و بے صبری، وہ یہ کہ مسئلہ کتنا ہی طویل المیعاد، صبر آزما اور پیچیدہ ہو، یہاں کے مسلمان ہتھیلی پر سرسوں اگانے کے قائل ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ جو مہم صبح شروع ہوئی ہے وہ سورج غروب ہونے سے پہلے کامیاب ہونی چاہیے اور بیل منڈھے چڑھ جانی چاہیے، مسائل کو کامیابی سے حل کرنے میں ایک بڑا فیکٹر صبر و تحمل، قوت برداشت اور بلند حوصلگی ہے، مسلمانوں ہی کی تاریخ نہیں؛ تمام زندہ و فاتح قوموں کی تاریخ (خود سیرتِ نبویؐ جس سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی اسوہ و نمونہ نہیں) تلخ و شیریں، سرد و گرم، نشیب و فراز کے مناظر کا مجموعہ اور ایک طویل، صبر آزما، زہرہ گداز جدو جہد کی روداد ہے، تحریکات اور مہمات کی تاریخ بھی ہمیں یہ سبق دیتی ہے لیکن ہندوستانی مسلمانوں کا مزاج اس کے برخلاف معرکہ کو چٹکیوں میں فتح کر لینے کا قائل ہے۔

مسلمانوں کی دوسری کمزوری جواب ایک نیشنل کیریکٹر کا رنگ اختیار کر گئی ہے، وہ ان کی اپنے قائدین کے بارے میں بے اعتمادی، بدگمانی، شدید احتساب، بے ضرورت تنقید اور کردار کشی ہے، پھر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادران وطن کا اپنے سیاسی، تعلیمی، تعمیری رہنماؤں اور سماجی کام کرنے والوں کے بارے میں رویہ بالکل مختلف ہے، اپنے رہنماؤں سے بلند اخلاقی معیار، ہر شک و شبہ سے بالاتر دیانت کی توقع، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تصورات کے عین مطابق ہے لیکن اس میں اس حد تک افراط و غلو کہ ہر کام بدگمانی سے شروع کیا جائے اور ہر قائد و خادم ملت بے اعتمادی اور بے توقیری کی نظر سے دیکھا جائے اور اس پر بڑے سے بڑا الزام لگانے میں پس و پیش نہ کیا جائے، اس کے بارے میں بعید از قیاس سے بعید از قیاس بات کو فوراً باور کر لیا جائے، افواہ پھیلانے اور ان کو مان لینے میں بھی ذرا احتیاط و تامل سے کام نہ لیا جائے، ایک ایسی مہلک بیماری ہے جو پورے شیرازۂ ملت کو درہم برہم کرنے کے لیے کافی ہے اور بڑے سے بڑے شیر دل، کوہ وقار اور پاک باز و پارسا خادم دین اور بڑے بڑے طوفانوں میں کشتی ملت کے سر پھرے ملاح کا دل توڑ دینے اور اس کی ہمت پست کر دینے کے لیے کافی ہے، وہ دشمنوں کی اذیتوں، قید و بند کی سزاؤں، بچوں اور افرادِ خاندان کے فاقے کو برداشت کر سکتا ہے اور اس کی پیشانی پر شکن نہیں آ سکتی ہے، لیکن اتہام اور الزام، کردار کشی اور ملت کا غدار بنائے جانے سے اس کا دل چور چور ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک بڑھیا کو حضرت عمرؓ کے ٹوکنے، ایک اعرابی کو سوال پوچھ لینے کی روایات کو ہمارے قومی جلسوں اور مجالس وعظ میں ایسے مبالغہ اور بے اعتدالی سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص نے اس کی تقلید شروع کر دی ہے، چاہے امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے مقام کا آدمی نہ ہو، لیکن پوری قوم بڑھیا اور اعرابی کا کردار ادا کرنا چاہتی ہے، اکثریتی فرقہ کا اپنے رہنماؤں اور کارکنوں کے بارے میں رویہ واضح طور پر اس کے برعکس ہے، اپنی دوسری کمزوریوں کے باوجود وہ نمایاں طور پر اس سلسلہ میں محتاط، فراخ دل اور وسیع النظر واقع ہوئے ہیں۔‘‘ (جہد مسلسل: ۲۹۱-۲۹۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۱۷ — اکتوبر ۲۰۲۵ء - ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ — شمارہ: ۱۰

آزمائشوں میں صبر کی ہدایت

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً."

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اللہ کی مدد صبر کے ساتھ وابستہ ہے، کشادگی (راحت) تنگی کے ساتھ ہے اور بلاشبہ سختی کے ساتھ آسانی ہے۔)

(مسند أحمد: ۲۸۵۷)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخداندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد مکی حسنی ندوی

محمد امین حسنی ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الامام أبی الحسن الندوی، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 — E-Mail: markazulimam@gmail.com — سالانہ زرتعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

فہرس

عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے (اداریہ) ۳

.... بلال عبدالحی حسنی ندوی

تقویٰ کیا ہے؟ ۴

.... بلال عبدالحی حسنی ندوی

فسخ وتفریق کے مسائل ۶

.... مفتی راشد حسین ندوی

گلوبل صمود فلوٹیلا ۸

.... محمد مکی حسنی ندوی

عالم ہے فقط مؤمن جاں باز کی میراث ۱۰

.... مولانا محمد سلمان بجنوری ندوی

سیرتِ نبویؐ میں معاشرتی زندگی کے چند پہلو اور نمونے ۱۲

.... محمد نجم الدین ندوی

بوڑھی شہیدہ ۱۵

.... محمد مصعب ندوی بارہ بنکوی

خاتم النبیین: نبوت کی آخری شمع اور ابدی پیغام ۱۷

.... سید سیف الدین لکھنوی

طاقت کا نشہ ۱۹

.... محمد ارمغان بدایونی ندوی

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش

نتیجۂ فکر:- علامہ اقبالؒ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہوجائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس بادِ صبا ہوجائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز وساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہوجائے گی
دیکھ لوگے سطوتِ رفتار دریا کا مآل
موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہوجائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
خون گل چیں سے کلی رنگیں قبا ہوجائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

بلال عبدالحی حسنی ندوی

عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

رسول اکرم ﷺ سے محبت عین ایمان ہے، کون بد بخت ہوگا جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت نہ ہو، آپ ﷺ نے جس طرح انسانوں کو انسانیت ومحبت کا درس دیا، بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل کا پتہ دیا، دنیا آج بھی اسی در کی محتاج ہے، افسوس ہے ہم مسلمانوں پر جنھوں نے اپنی ناہموار زندگی سے دنیا کو منزل سے دور کیا، انسانیت کا راستہ کھوٹا کیا، جذباتی نعروں میں کھوجانا، کسی جذباتی نعرہ لگانے والے کے پیچھے ہوجانا تو آسان ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کی مبارک زندگی کو لائحہ عمل بنانا اور اپنی زندگی میں سیرت کی روشنی پیدا کرنا' ہمیں مشکل معلوم ہوتا ہے، دل محبت رسولؐ سے ایسے سرشار ہوں کہ عملی زندگی میں اس کے سوتے پھوٹتے ہوں، صرف دعویٰ کافی نہیں، یقیناً یہ بھی ایک بڑی چیز ہے لیکن اصل چیز اس محبت کا دل کی گہرائیوں میں اتر جانا ہے، جس کا اثر انسان کی زندگی پر پڑتا ہے، قرطاس پر ہزار بار لکھنے سے بہتر دل پر اس محبت کو نقش کر لینا ہے۔

دنیا کی قومیں اور مذاہب جس طرح رسمیت کا شکار ہوئے اور مظاہر میں الجھ کر رہ گئے، افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں نے بھی دیکھا دیکھی وہی روش اختیار کرنی شروع کردی، جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دینے کے لیے پیدا کیا تھا، حضور اقدس ﷺ کی امانت کو سینے سے لگانا، اس کے لیے قلب ودماغ کو کھپانا، اپنی جان کو اس کے لیے سوختہ کرنا اور اپنا سب کچھ آپ ﷺ کے لیے نچھاور کردینا مسلمان کی شان ہے۔

اسلام سراپا حقیقت دین ہے، یہ پورا نظام زندگی ہے، اصول وعقائد اور اعمال وعبادات کی ایک خوبصورت کہکشاں کے ساتھ، یہاں کوئی ری ایکشن نہیں، کوئی ردعمل نہیں، ایک متعین منزل ہے، ایک مخصوص طرز زندگی ہے جو نبی پاک ﷺ کی زندگی سے عبارت ہے، آپ ﷺ نے کیا کیا؟ کیا سکھایا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیسی تربیت فرمائی؟ خود آنحضور ﷺ کا سلوک اپنوں کے ساتھ اور دشمنوں کے ساتھ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے کس طرح درگذر کا معاملہ فرمایا، فتح مکہ کے موقع پر ہر طرح کے وسائل ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے کس طرح عام معافی کا اعلان فرمایا، کس طرح دلوں کو فتح کیا اور ﴿يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجاً﴾ کا سماں بندھ گیا۔

آج پھر ضرورت ہے اسی اسوۂ رسول ﷺ کو اختیار کرنے کی، رحمۃ للعالمین کی امت دین رحمت کے ساتھ آگے آئے ؎

عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

﴿إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ کی گواہی قرآن مجید میں جس ذات پاک کے بارے میں موجود ہے' وہی عالم انسانیت کے لیے نمونہ ہے اور مسلمان سب سے بڑھ کر اس کے نمائندہ ہیں، کاش کہ ہم مسلمانوں میں یہ حقیقت پسندی پیدا ہو اور ہر طرح کے جذباتی نعروں سے الگ ہوکر، جذبات محبت کے ساتھ سرشار ہوکر ہم سیرت مبارکہ کا تحفہ اپنی زندگی سے عالم انسانیت کے سامنے پیش کرسکیں اور نمائندۂ رسول بن کر دنیا کو ہلاکت کے غار میں گرنے سے بچاسکیں ؎

گالیاں جس نے دیں اس کو تحفے دیئے — زخم جس کے لگے زخم اس کے سئے
عافیت کی دعا مانگی سب کے لیے — کی جفا جس نے بدلے وفا سے دیئے
جس نے سب کو پلایا محبت کا جام — اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً — عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

منھ کی احتیاط:

آج کل ایک بات بہت عام ہوتی جا رہی ہے، لوگ اس بات پر بالکل توجہ نہیں دیتے کہ ہم جو کھا رہے ہیں وہ حلال ہے یا حرام، وہ یہ نہیں جانتے کہ حرام کھانے کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب ہوگا اور یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جہنم میں سب سے زیادہ داخل کرنے والی جو صفت ہے وہ ''منھ'' ہے یعنی زبان کا چٹخارہ اور حرام وحلال کا فرق نہ کرنا، حرام مال سے پیٹ بھرنا اور حرام کمائی کرنا، اس میں وہ ساری شکلیں بھی شامل ہیں جو آج رائج ہو چکی ہیں اور اگر اس پر کوئی ٹوکے تو پردے ڈالے جاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ رشوت کو رشوت نہیں نذرانہ کہو، جب کہ حدیث میں صاف کہا گیا:

"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار"

(رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔)

آج کے ان حالات میں اور خاص طور پر اس ملک میں اگرچہ علماء نے ضرورۃً اس کی اجازت دی ہے کہ اگر تمہارا حق دب رہا ہے اور نہیں مل رہا ہے تو اس کے لیے اجازت ہے، لیکن اگر وہ تمہارا حق نہیں ہے بلکہ تم پیسے دے کر دوسرے کا حق لے رہے ہو تو یہ رشوت بھی ہے اور حرام خوری بھی کہ آدمی رشوت دے کر حرام مال کھا رہا ہے، اصلاً وہ دوسرے کا حق تھا جو وہ لے رہا ہے، ایسے ہی آدمی اپنے کھیت میں ہل چلاتا ہے اور جوتتے ہوئے ایک بالشت بڑھا لیتا ہے، ظاہر ہے اس کے کھیت میں ایک بالشت حصہ حرام آ گیا، اب اس میں جو فصل بھی تیار کی جا رہی ہے وہ حرام ہے، اس لیے کہ حرام کا حصہ حلال میں شامل ہو گیا، یاد رکھیں! اگر نجاست حلال میں شامل ہو جائے تو وہ اس کو بھی نجس بنا دیتی ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام حساب لگا کر ضروری ہے، آج کل لوگ علیٰ الحساب دے دیتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تو ایک کروڑ روپیہ دے دیا، ظاہر ہے یہ غلط ہے، ممکن ہے کہ تمہارے پاس ایک ارب یا اس سے زیادہ کی مالیت ہو تو ایک کروڑ زکوٰۃ کہاں ہوئی؟ اگر تمہارے پاس ایک ارب کی مالیت ہے تو ڈھائی کروڑ کی زکوٰۃ ہوئی، اس لیے اپنے پیسوں کا حساب لگانا، کارخانوں کا حساب لگانا، کاروبار کا حساب لگانا ضروری ہے، پھر حساب نکال کر ڈھائی فیصد نکالنا اور غریبوں کو دینا فرض ہے، یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟ قرآن مجید میں اس کے مصارف بھی بیان ہوئے ہیں۔

زکوٰۃ کے مال میں جو نجاست آ جاتی ہے، آدمی جو زکوٰۃ نکالتا ہے وہ مال کا میل ہے جو نکل جاتا ہے تو مال صاف ہو جاتا ہے، اب کوئی یہ سوچے کہ کیا میل غریبوں کو دیا جاتا ہے؟ سمجھنا چاہیے کہ اللہ نے جو مصارف بیان کیے، یہ سارے کے سارے مصارف حقیقت میں بڑے بڑے فلٹرز ہیں، یہ چھلنیاں ہیں، جب یہ نجاست وہاں پہنچتی ہے تو ایسی چھن جاتی ہے کہ سب کچھ صاف ستھرا ہو جاتا ہے، پھر وہ ان کے لیے عین طیب اور حلال ہے، ایک غریب کے لیے زکوٰۃ کا مال نجس نہیں، امیر کی نجاست نکلی اور غریب کے فلٹر میں گئی تو ایسی طیب ہو گئی، ہو سکتا ہے کہ اس امیر کے مال سے بھی زیادہ طیب ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت عائشہ کے گھر میں تشریف لائے، دیکھا تو ہانڈی چڑھی ہوئی ہے اور گوشت پک رہا ہے، آپ ﷺ کو گوشت سے رغبت تھی، آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کس کا گوشت پک رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بریرہ کا گوشت ہے، بریرہ ایک باندی تھیں، فرمایا: لاؤ تو مجھے بھی

کھلاؤ، حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ بریرہ کا ہے اور صدقہ کا ہے، بریرہ بولیں کہ اگر اللہ کے نبی ﷺ نوش فرمائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! ہم کھائیں گے اور حضرت عائشہ سے فرمایا: "هي لها صدقة ولنا هدية"

یعنی ان کے لیے صدقہ وزکوٰۃ تھا، اب جب یہ ان کی غربت کی چھلنی میں چھن گیا تو اب ہمارے لیے پاک وصاف اور طیب ہے، ہمارے لیے اب یہ صدقہ نہیں بلکہ ہدیہ ہوگیا۔

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی غریب اپنے اس مال سے کسی کو ہدیہ دے جو اس کو زکوٰۃ میں حاصل ہوا تو وہ پاک ہے، اس لیے کہ وہ مال غربت کی چھلنی میں چھن چکا ہے، لیکن اگر کوئی امیر کو زکوٰۃ دے تو وہ صاف نہیں ہوگی، مال کی وہ نجاست اس کے مال کی نجاست سے مل جائے گی، بہت سے امیر لوگ بھی زکوٰۃ لے لیتے ہیں اور اپنا مال بھی نجس کر لیتے ہیں، اس لیے زکوٰۃ دینے والا بھی سوچ سمجھ کر زکوٰۃ دیا کرے، ورنہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

زبان کی احتیاط:

زبان کی احتیاط بھی بڑی اہم بات ہے، آپ ﷺ نے دسیوں جگہ اس کی تاکید فرمائی کہ زبان کی حفاظت کرو، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے زبان کی یہ مثال دی کہ جس طرح درانتی کھیتی کاٹتی ہے، اسی طرح زبان بھی درانتی کی طرح چلتی ہے، وہ صحیح بھی بولتی ہے اور غلط بھی بولتی ہے، جب غلط بولتی ہے تو آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی حکم ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ (اے ایمان والو! اللہ کا لحاظ رکھو اور جچی تلی بات کہو۔)

"سدیدا" میں یہ تمام مفہوم شامل ہیں یعنی زبان سے جو کچھ کہو سوچ سمجھ کر کہو، دھوکہ نہ دو، جھوٹ نہ بولو، غلط بات نہ کہو۔ یہ ساری باتیں انتہائی خطرناک ہیں اور ان سے سماج بگڑتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی باتوں میں زیادہ بولنا، جھوٹ بولنا، چغلی کرنا، دھوکہ دینا، خیانت کرنا ہے۔ آدمی زبان سے بھی خیانت کرتا ہے، وہ کہتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے، پھر اس کے ساتھ فحش بکنا اور زبان کا بے جا استعمال کرنا، یہ ساری چیزیں اس میں شامل ہے۔ آپ ﷺ نے درانتی سے زبان کی جو مثال دی' یہ انتہائی بلیغ مثال ہے، زبان بھی درانتی کی طرح کٹ کٹ خوب چلتی ہے، اس میں آدمی یہ نہیں دیکھتا کہ اس سے کتنے دل کٹ گئے، کتنے خاندان ٹوٹ گئے، آدمی زبان کا استعمال صحیح نہیں کرتا، کبھی کسی کی چغلی کردی اور کبھی سامنے کوئی ایسی بات کہہ دی جو دل کو لگ گئی، عربی کا مشہور شعر ہے:

جراحات السنان لها التيام
ولا يلتام ما جرح اللسان

یعنی تیر و نیزہ اور تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے لیکن زبان کا گھاؤ نہیں بھرتا، آدمی ہمیشہ اس کو دل میں لیے رہتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس چیز کی بڑی اہمیت تھی، اگر کسی نے ہجو میں کوئی شعر کہہ دیا تو وہ بہت خطرناک ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اسی بنیاد پر فیصلہ کیا، کسی نے شکایت کی کہ اس شاعر نے ہماری ہجو کی ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت حسانؓ کو بلایا اور اس شعر کے متعلق پوچھا، حضرت حسانؓ نے کہا کہ یہ تو ایسا شعر ہے گویا اس نے قتل کر دیا۔ آج بھی اس چیز کی بڑی اہمیت ہے، بعض مرتبہ آدمی زبان سے ایسی بات کہہ دیتا ہے جو بڑی خطرناک ہوتی ہے اور دل میں لگ جاتی ہے۔ اسی لیے زبان کا صحیح استعمال ہونا چاہیے، یہ ایسی تلوار ہے جس کا گھاؤ آسانی سے نہیں بھرتا۔

آدمی اپنی زبان سے چالاکی کا مظاہرہ کرتا ہے، دوسروں کو پریشان کرتا ہے، ستاتا ہے، یہ سب باتیں زبان کے غلط استعمال میں شامل ہیں، حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے اور یہ ہمارے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ ہماری زبان اور ہمارے ہاتھ سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچے۔

فسخ وتفریق کے مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

تفریق کا دوسرا سبب' شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا:

اگر شوہر کسی جگہ چلا گیا، سب کو اس کا پتہ بھی معلوم ہے، لیکن نہ وہ آتا ہے، نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، نہ ہی بیوی کی خبر لیتا اور نان نفقہ بھیجتا ہے تو اس شخص کو مفقود تو نہیں کہا جاسکتا، اس لیے کہ اس کا پتہ معلوم ہے، لیکن بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے میں اس کے اور مفقود الخبر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر اس کی بیوی دار القضاء میں اپیل کرے تو مالکی مسلک کے مطابق اس کا نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے:

"قال فی المنیطة: اعلم أن الغائبین علیٰ أزواجهم خمسة، فالأول غائب لم یترك نفقة ولا خلف مالا ولا لزوجته علیه شرط فی المغیب فإنها تقوم عند السلطان بعدم الإنفاق (إلیٰ) وسواء کان الغائب فی هذه الثلاثة الأوجه معلوم المكان أو غیر معلوم." (مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل: ٤/٥٥-١٥٦، ط؛ دار الفكر، نیز دیکھیے: فتویٰ علامہ سعید بن صدیق فی کتاب الحیلۃ الناجزۃ مطبوعہ مہد الشریعہ، ص:۸۷)

جب دار القضاء میں غائب غیر مفقود کی بیوی استغاثہ دائر کرے تو قاضی کو کوشش کرنی چاہیے کہ شوہر اگر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھے ورنہ خلع کرے، اس لیے کہ خلع کے ذریعہ تفریق میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (الحیلہ، ص:۳۱۳، مطبوعہ مہد الشریعہ)

اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو علماء مالکیہ کے فتاویٰ اور ان کی کتابوں کے مندرجات کی روشنی میں "الحیلۃ الناجزۃ" اور کتاب الفسخ والتفریق میں کاروائی کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں،

مولانا عبد الصمد رحمانی فرماتے ہیں:

(۱) زوجہ گواہوں سے غائب غیر مفقود شوہر کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے۔

(۲) پھر یہ کہ وہ نفقہ دے کر نہیں گیا ہے۔

(۳) نہ وہاں سے نفقہ بھیجا ہے۔

(۴) نہ یہاں کچھ انتظام کر کے گیا ہے۔

(۵) نہ میں نے نفقہ معاف کیا ہے۔

(۶) پھر یہ کہ نفقہ اس پر واجب ہے، ہم اس کے مستحق ہیں۔

(۷) لیکن اس واجب کو وہ ادا نہیں کر رہا ہے۔

(۸) اس کے بعد اگر قاضی کے پاس اس کے نفقہ کی کوئی کفالت کرلے تو خیر، ورنہ اس شخص کے پاس اپنا یہ حکم نامہ بھیجے:

"خود آکر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، یا اس کو اپنے پاس بلالو، یا وہیں سے کوئی انتظام کرو، ورنہ اس کو طلاق دے دو، اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔"

(۹) اگر اس پر بھی شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو ایک ماہ کی تاجیل کے بعد تفریق کردے۔

(۱۰) مالکیہ مسلک پر یہ ضروری ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر ان کے حوالہ کرے کہ اس کو غائب شخص کے پاس لے جاؤ اور یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی، نفی یا اثبات میں دے، اس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس آکر اس پر شہادت دیں اور اگر کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیں:

"قال العلامة الدر دير تحت قول المختصر (ولم يفد كتاب وحده) من غير شهادة علىٰ الحاكم (إلىٰ) قوله فلا بد من شاهدين من يشهدان علىٰ أن هذا كتاب القاضي الغلاني وانه أشهدهما علىٰ ما فيه."

(۱۱) اگر ایسی جگہ پر ہو جہاں آدمی بھیجنے کا انتظام ممکن نہ ہو تو مجبوری کے وقت واقعہ کی تحقیق کرنے کے بعد تفریق کا حکم کردے۔ (کتاب الفسخ والتفریق، ص: ۷۷-۷۸، نیز دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ، ص:۳۱۴-۳۱۵)

تفریق کا تیسرا سبب' شوہر کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہونا:

اگر شوہر نان نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو تو فقہ حنفی میں اس کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جاسکتی، اصلاً فقہ حنفی میں اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ قاضی عورت سے کہے گا کہ ادھار لے کر کھاؤ پیو اور پہنو لیکن ظاہر ہے کہ عملاً یہ شکل ممکن نہیں تھی، اسی لیے متاخرین نے یہ حل نکالا کہ شوافع کے نزدیک چونکہ اس طرح کی صورت حال میں قاضی کو تفریق کا حق حاصل ہوتا ہے، لہٰذا عورت سے کہا جائے کہ کسی شافعی قاضی سے تفریق کرالی جائے:

"قوله ولا يفرق بينهما بعجزه عنها أي غائباً كان أو حاضراً."(شامی، باب النفقة مطلب فی فسخ النكاح بالعجز عن النفقة: ۳/ ۵۹۰، ط؛ دار الفكر)

اور صاحب شرح وقایہ نے یہ تجویز پیش کی کہ قاضی اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اپنا ایک شافعی المسلک نائب مقرر کرلے:

"استحسنوا أن ينصب القاضي نائباً شافعي المذهب."(شرح الوقاية: ۲/ ۱۷٤، باب النفقة)

اس طرح کے اور بھی حل حنفی علماء نے پیش کیے لیکن ہندوستان کے دارالقضاؤں میں ان پر عمل دشوار تھا، لہٰذا کئی دوسرے مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی امام مالک کا مسلک امارت شرعیہ بہار اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے دارالقضاؤں میں اختیار کرلیا گیا، اس لیے کہ مالکی مسلک میں نان نفقہ سے عاجزی کی صورت میں قاضی کے لیے تفریق کی اجازت ہے، چنانچہ علامہ سعید بن صدیق کے فتویٰ میں صراحت سے قاضی کو تفریق کی اجازت دی گئی ہے:

"أما الجواب عن امرأة المعسر الذى لا يجد ما ينفق عليها ففى المدونة قال لها مالك: وكل من لم يقو علىٰ نفقة امرأته فرق بينهما."

(الحيلة الناجزة، ص: ۲۱۰، مطبوعه مهد الشريعة)

اس مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

"اگر شوہر نفقہ کی ادائیگی سے قاصر ہو، اس کے باپ اور دادا بھی عورت کی کفالت (Expence) کو تیار نہ ہوں اور نہ خود عورت اس موقف میں ہو کہ اپنی پرورش آپ کرے تو اسے حق ہے کہ قاضی کے پاس نکاح توڑنے کی درخواست دے، قاضی کے سامنے جب یہ بات ثابت ہوجائے کہ مرد واقعی اس سے عاجز ہے تو اپنی صواب دید پر مرد کو کچھ دنوں کی مہلت دے، اگر اس مہلت سے بھی وہ فائدہ نہ اٹھاسکے تو اس کا نکاح توڑ دے۔"

واضح ہو کہ نکاح اس وقت توڑا جائے گا، جب مرد انتہائی بنیادی ضروریات بھی پوری کرنے سے قاصر ہو، بقول یحییٰ اگر عورت کو شوہر سے روٹی روغن زیتون اور موٹا کپڑا میسر ہوتا ہو تو بھی تفریق نہیں کی جائے گی۔ (طلاق وتفریق، ص:۶۲-۶۳)

اور قاضی عبدالصمد رحمانی صاحب نے کتاب الفسخ والتفریق میں لکھا ہے کہ شافعی مسلک میں (یعنی اب وجد) کے سوا کوئی دوسرا عورت کو تبرعاً نفقہ دے تو اس طرح کے تبرع کو قبول کرنا عورت پر لازم نہیں ہے (اور آگے ہے کہ) جو لوگ یہاں فسخ کے جواز کے قائل ہیں ان میں بعض ایک ماہ، بعض دو ماہ اور بعض صرف تین دن تک تاجیل کے قائل ہیں۔ (کتاب الفسخ والتفریق، ص:۸۳، ۸۷)

ظاہر ہے قاضی اپنی صواب دید پر عمل کرے گا۔

گلوبل صمود فلوٹیلا

سید محمد مکی حسنی ندوی

۲۰۰۷ء میں غزہ پٹی پر اسرائیل نے محاصرہ کی ابتدا کی اور وقت کے ساتھ اس کو طویل اور سخت بنایا تو ان مشکلات نے انسانی المیے کو جنم دیا ہے۔خوراک، دوا، پانی، بنیادی سہولیات کی شدید کمی اور مسلسل بمباری نے زندگی کو تباہ کن بنا دیا ہے۔اس پس منظر میں، عالمی سطح پر مختلف تنظیموں اور شہریوں نے ''صمود فلوٹلا'' کا منصوبہ شروع کیا ہے تا کہ غزہ پٹی کے محاصرے کو چیلنج کیا جائے اور انسانی امداد پہنچائی جائے۔

۲۰۲۵ء کا ''گلوبل صمود فلوٹلا'' اس تحریک کا ایک نیا اور بڑا مرحلہ ہے۔لفظ ''صُمُود'' عربی میں ''استقامت، ثابت قدمی، پائداری'' کے معنی دیتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو غزہ کی پٹی کے فلسطینیوں نے برسوں تک محاصرے اور ظلم و بربریت کے باوجود برقرار رکھا ہے۔''فلوٹلا'' کا مطلب ہے بحری ''بیڑا'' یا کشتیوں کا قافلہ۔اس طرح، صمود فلوٹلا کا نظریہ ایک امدادی بحری قافلے کی صورت ہے جو محصور علاقے تک امداد پہنچانے اور محاصرہ کو توڑنے کی کوشش کرے گا۔

اصل میں صمود فلوٹلا منصوبے کا آغاز پچھلے برسوں میں ہوتا رہا ہے، مثال کے طور پر فریڈم فلوٹلا مہم (Freedom Flotilla): ۲۰۱۰ء میں ترکی کی ماوی مرمرہ (MV Mavi Marmara) کشتی پر اسرائیلی حملے نے اس تحریک کو بین الاقوامی شہرت دی اور عالمی سطح پر انسانی حقوق وانصاف کے تناظر میں اس کو موضوع بحث بنایا۔

۲۰۲۵ء کا گلوبل صمود فلوٹلا ایک نیا اور توسیعی اقدام ہے جس میں متعدد ممالک، تنظیمیں اور افراد شرکت کر رہے ہیں اور یہ جغرافیائی، سیاسی اور انسانی سطح پر مختلف پیچیدگیوں کا حامل ہے۔

☆ یہ بیڑا یکم ستمبر ۲۰۲۵ء کو اسپین کی بندرگاہ بارسلونا سے روانہ ہوا۔

☆اس کے علاوہ، تیونس کے بندرگاہ سیدی بوسعید سے بھی کچھ جہاز روانہ کیے جانے تھے، اگرچہ موسم کی خرابی کی وجہ سے روانگی میں تاخیر ہوئی۔

☆ مجموعی طور پر یہ قافلہ تقریباً ۵۰/ جہازوں پر مشتمل ہے، جن میں تقریباً ۴۴/ممالک کے کارکنان شامل ہیں۔

☆ کارکنان کی فہرست میں ڈاکٹر، سماجی کارکن، پارلیمانی ارکان، فنکار اور عام شہری شامل ہیں۔

☆ اہداف میں بنیادی طور پر اسرائیلی محاصرہ توڑنا، انسان کے آنے جانے کا راستہ قائم کرنا اور ضروری امداد پہنچانا ہیں۔

یہ فلوٹلا چار بڑی تنظیموں کے مشترکہ تحت کام کر رہی ہے:

(۱) Global Movement to Gaza (گلوبل تحریک برائے غزہ)

(۲) Freedom Flotilla Coalition (آزادی فلوٹلا اتحاد)

(۳) غرب صمود فلوٹلا (West Sumud Flotilla)

(۴) صمود نسنتارا (Sumud Nusantara)—ایک مقامی تنظیم جو جنوب مشرقی ایشیا سے شرکت کرتی ہے۔

یہ تنظیمیں پہلے بھی امداد اور انسانی حقوق کی مہمات میں سرگرم رہ چکی ہیں اور عوامی یکجہتی اور عالمی ضمیر کو جگانے کی کوششوں کا حصہ ہیں۔

قافلہ نے اپنے ساتھ خوراک، صاف پانی، ادویات، طبی آلات اور دیگر انسانی اشیاء لانے کا انتظام کیا ہے۔

اس کے علاوہ بین الاقوامی شخصیات نے شرکت کی ہے تا کہ میڈیا توجہ دے اور اخلاقی دباؤ پیدا کرے۔ مثال کے طور پر گریٹا تھنبرگ (Greta Thunberg) جو ایک سیاسی محرک بھی ہیں سویت ممالک سے اس قافلہ کے ساتھ شریک ہیں۔

مزید برآں یورپ کے کچھ ممالک نے اس بیڑہ کی بحری حفاظت کے لیے بحری جہاز روانہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اس پوری کاوش اور جان کو جوکھم میں ڈالنے کے اہم مقاصد اور نظریاتی بنیاد یہ ہے کہ

(۱) محاصرہ توڑا جائے اور براہِ راست بحری راستے سے امداد پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

(۲) انسانی امداد جیسے طبی سہولیات، ادویات، خوراک اور دیگر ضروری سامان کی فراہمی کی جائے۔

(۳) عوامی شعور کو اس مسئلے کی طرف عالمی توجہ مبذول کرانا اور جب اس تحریک کا حصہ معروف شخصیات اور کارکنان بنیں گے تو

عوامی اور حکومتی ضمیر بیداری ممکن ہوگی۔

(۴) اسرائیل کو بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کے دائرے میں محدود کیا جائے اور اگر وہ فلوٹلا کو روکنے کی کوشش کرے تو اس کے خلاف قانونی و اخلاقی ردعمل پیدا ہو۔

(۵) یہ قافلہ ایک علامت ہے کہ اگرچہ فلسطینی عوام کو محاصرہ اور ظلم کا سامنا ہے، لیکن دنیا کے مختلف خطوں سے لوگ ان کے حق میں اٹھ کھڑے ہیں۔

عالمی صمود فلوٹلا اپنے سفر میں صرف سمندری لہروں کا سامنا نہیں کر رہی بلکہ طاقتور اور مسلح رکاوٹوں کا بھی مقابلہ کر رہی ہے۔ قابض اسرائیلی حکومت نے کھلے عام دھمکیاں دی ہیں کہ وہ اس بیڑے کو غزہ تک نہیں پہنچنے دے گی اور اسے ''لڑاکا زون'' میں داخل ہونے سے پہلے ہی روک دے گی۔ بعض خبروں کے مطابق اسرائیلی ڈرونز نے قافلے کی کشتیوں کو قریب آ کر ہراساں کرنے کی کوشش کی اور یہاں تک دعویٰ کیا گیا کہ کچھ جہازوں کو نشانہ بنا کر نقصان بھی پہنچایا گیا۔ یہ صورت حال قافلے کے شرکاء کے لیے نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی دباؤ کا باعث ہے۔

سیاسی محاذ پر کچھ ریاستیں اور حکومتیں کھلے عام اس بیڑے کی مخالفت کر رہی ہیں، جبکہ کچھ میڈیا چینلز اس کی اہمیت گھٹانے یا اسے مشکوک انداز میں پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان کشتیوں پر بیٹھے افراد جانتے ہیں کہ اگر قابض قوت نے حملہ کیا یا کشتیوں کو ضبط کر لیا تو وہ قید، زخمی یا شہید بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی جان کو داؤ پر لگا کر ایک مظلوم قوم کے لیے امید کی کرن بننے نکلے ہیں۔

عالمی صمود فلوٹلا نے روانگی کے بعد ہی دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ایک طرف قابض حکومت کی دھمکیاں اور جارحیت ہے، تو دوسری طرف دنیا بھر کے انسانوں اور قوموں کی ہمدردی اور حمایت کا دریا موجزن ہے۔ کئی ممالک نے کھلے لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ اس پرامن امدادی مہم کے خلاف کسی بھی قسم کی جارحیت کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

یورپ کے بعض ملکوں نے نہ صرف اخلاقی بلکہ عملی مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق کچھ ممالک نے اس بیڑے کی حفاظت کے لیے اپنے بحری جہاز فراہم کرنے کی بھی بات کی، تاکہ دنیا یہ جان لے کہ انسانیت کی حفاظت کسی ایک خطے یا قوم کی ذمہ داری نہیں، بلکہ پوری دنیا کی مشترکہ امانت ہے۔

میڈیا اور عوامی حلقوں میں بھی اس فلوٹلا کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ سوشل میڈیا پر لاکھوں آوازیں اس مہم کے لیے دعائیں اور نیک تمنائیں بھیج رہی ہیں۔ یورپ سے لے کر ایشیا تک اور افریقہ سے لے کر لاطینی امریکا تک، لوگ ایک ہی بات کہہ رہے ہیں کہ غزہ کے معصوم بچے بھوک اور خوف کے اندھیروں میں مزید نہ ڈوبیں۔

البتہ اس فلوٹلا کو بدنام کرنے یا اس کی اہمیت گھٹانے کی کوششیں بھی کی جا رہی ہیں۔ بعض میڈیا رپورٹس اور وائرل ویڈیوز نے اسے غلط رنگ دینے کی کوشش کی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مہم کسی سیاست یا طاقت کا کھیل نہیں، بلکہ دلوں کی پکار اور انسانیت کی آواز ہے۔

عالمی صمود فلوٹلا نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا کے بچھڑے ہوئے ضمیر اب بھی جاگ سکتے ہیں۔ یہ مہم دراصل انسانیت کے حق میں ایک ریفرنڈم ہے اور دنیا کے ہر ذی شعور فرد کو اس سوال کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے: کیا ہم مظلوموں کے ساتھ کھڑے ہیں یا ظالم کے خاموش حمایتی بنے رہیں گے؟

عالمی صمود فلوٹلا کا یہ سفر صرف سمندری کشتیوں کا سفر نہیں، بلکہ امید اور خوف کے بیچ جھولتا ہوا ایک انسانی خواب ہے۔ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے، یہ پہلے ہی دنیا کے دلوں پر اپنی چھاپ چھوڑ چکا ہے۔

یہ کامیابی صرف امداد پہنچنے کی نہیں ہوگی، بلکہ ایک گھٹن زدہ علاقے میں روشنی کی کرن داخل ہونے کی ہوگی۔ غزہ کے بیمار بچے، زخمی نوجوان اور بے سہارا مائیں جان پائیں گی کہ دنیا انہیں بھول نہیں گئی۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھنے والے ابھی باقی ہیں۔ یہ کامیابی اس محاصرہ زدہ خطے میں نئی زندگی اور نئی ہمت کا پیغام ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں انصاف پسند آوازوں کو تقویت ملے گی اور اسرائیل پر بین الاقوامی دباؤ میں اضافہ ہوگا۔

اگر خدانخواستہ یہ قافلہ اپنی منزل تک نہ پہنچ پایا، اگر اس پر حملہ کیا گیا یا اسے زبردستی روک دیا گیا، تو بھی یہ ناکامی نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ دنیا کے سامنے ایک آئینہ ہوگا جو بتائے گا کہ مظلوموں کی صدائیں کیسے دبائی جا رہی ہیں۔ ان کشتیوں پر بیٹھے کارکنان اگر قید یا نقصان سے دوچار بھی ہوں، تو ان کی قربانی عالمی ضمیر کو مزید جھنجھوڑ دے گی۔ یہ فلوٹلا ایک علامت ہے — اور علامتیں کبھی نہیں مرتیں۔

عالم ہے فقط مؤمن جاں باز کی میراث

مولانا محمد سلمان بجنوری ندوی

امت مسلمہ ایک ایسی امت ہے جس کو پوری انسانیت کی رہبری ورہنمائی اور ہدایت کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ یہ امت کوئی عام امت یا پچھلی امتوں کی طرح ایک دائرہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ امت عالم گیر امت ہے اوراس کا پیغام ومقام بھی عالم گیر وہمہ گیر ہے، اس کے اندر آفاقیت اور وسعت ہے اوراس میں انسانیت کے ہاتھ کو تھامنے اوراس کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کی صلاحیت موجود ہے۔اسی عالم گیر اور آفاقی امت ہی سے عالم عربی واسلامی کا وجود اور بقا ہے، عالم اسلام کی پہچان اوراس کا تعارف ہی اس امت سے ہے لیکن کیا امت مسلمہ اور موجودہ مسلمانان عالم اس حقیقت سے واقف ہیں؟ کیا وہ اپنے مقام و پیغام اور قدر ومنزلت سے باخبر ہیں؟ کیاوہ حقیقی معنی میں امت مسلمہ کے زمرہ میں شامل ہونے کے لائق ہیں؟ کیا وہ اپنے وجود کو عالم انسانی کی بقا کا ضامن سمجھتے ہیں؟!

کیا امت مسلمہ کے افراد یہ کہنے کی جرأت رکھتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک ایسا مسج اور پیغام ہے جس کے ذریعہ پوری دنیا کیا' پوری کائنات مسخر ہوسکتی ہے۔ ہمارے پاس انسانیت کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعتوں میں داخل کرنے کی صلاحیت ہے، ہمارے پاس ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جس کی بنیاد پر افسردہ دلوں کی افسردگی دور ہوسکتی ہے، ان کو ایک نئی اور خوش حال زندگی میسر ہوسکتی ہے، سوکھی کھیتی ہری بھری اور سرسبز وشاداب ہوسکتی ہے، کیا اس آفاقی اور عالم گیر امت کا ایک فرد بھی ایسا ہے جو تمام تر اسباب ووسائل اور زندگی کی تمام تر آسائشوں اور فراوانیوں کے باوجود یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے۔کیا کوئی حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کا رستم کے دربار میں جرأت مندانہ اقدام اپنے تصور اوراس کا ادنیٰ خیال ہی اپنے قلب میں لاسکتا ہے؟'' ہے کوئی مرد مومن؟!''

یہ ایک ایسا سوال ہے' جب بھی کسی باشعور ودردمند وفکر مند مسلمان کے ذہن میں آتا ہے تو قلب وذہن متاثر ہوجاتا ہے اور اس کو بےکل وبےقرار کردیتا ہے۔ پوری انسانی دنیا پر نظر دوڑالیں، عرب ہو یا عجم، عالم اسلامی ہو یا عالم عربی، کہیں سے اس سوال کا جواب ملنے کی امید نظر نہیں آتی۔ بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کررہا ہوں کہ مسلمانان عالم جو امت مسلمہ اور خیر امت کے لقب سے موسوم ہیں، وہ خود اس آفاقی اور ہمہ گیر پیغام اور مقام سے ناواقف ہیں، وہ خود اس نعمت عظمیٰ کی حقیقت سے نابلد وناآشنا ہیں یا یوں کہیے کہ ان کے اندر ایمان ویقین کی وہ قوت وطاقت اور وہ اعتماد وبھروسہ ہی نہیں کہ وہ کچھ کرسکیں یا کہہ سکیں یا اس تعلق سے اپنے اندر کچھ کرنے کا جذبہ صادق ہی بیدار کرسکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی بڑی تعداد دنیا کے مال ومتاع اور عیش وعشرت میں مگن داد عیش دے رہی ہے، لطف اندوزی اور خواہشاتِ نفس کی تسکین کا سامان فراہم کررہی ہے، نفس اور پیٹ کی تسکین کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا کام اور مشغلہ نہیں ہے، زندگی کا مقصد صرف یہی ہے کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ دنیا کا مال ومتاع جمع کیا جائے، کس طرح ذخیرہ اندوزی کی جائے اور کس طرح دنیاوی میدان میں آگے بڑھا جائے، ان کو دین اسلام سے کوئی سروکار ہے' نہ اس کے آفاقی اور ہمہ گیر پیغام سے کوئی غرض اور واسطہ، ان کا طرز زندگی اسلامی زندگی سے ذرہ برابر بھی

میل نہیں کھاتا، ان کے اندر اسلامی روح ہے، نہ ایمانی حمیت وغیرت، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا:

"يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَىٰ قَصْعَتِهَا، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَمِنْ قِلَّةٍ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ لَا، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، يُجْعَلُ الْوَهَنُ فِي قُلُوبِكُمْ، وَيُنْزَعُ الرُّعْبُ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ؛ لِحُبِّكُمُ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتِكُمُ الْمَوْتَ." (رواه أبو داود: ٤٢٩٧)

(ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہر چہار جانب سے قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے کھانے کی پلیٹوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری تعداد اس وقت اتنی کم ہوگی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن وہ سب سیلاب کے اوپر جو کوڑا کرکٹ اور جھاگ ہوتا ہے اس کے مانند ہوں گے، تمہارے دلوں میں وہن داخل ہو جائے گا اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے رعب نکال لیا جائے گا اور یہ سب دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے کی وجہ سے ہوگا۔)

آج ہم مسلمانوں کی حالت بالکل اس حدیث شریف کے مطابق ہے اور پورے عالم میں ذلت و رسوائی اور پسپائی کا سامنا ہے، خوف و دہشت اور بزدلی ہمارے رگ و پے میں داخل ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے مقام و پیغام سے آشنا فرمائے اور انسانیت کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ اور فکر پیدا فرمائے۔ آمین!

بے خبر! تو جوہر آئینہ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

آئینِ جواں مرداں

مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

"زندگی کی ساری آب وتاب سرفروشی وجاں بازی کی ممنون احسان ہے، اگر یہ نہ ہو تو اس سرد خانہ کو کوئی خارجی چیز گرم نہیں رکھ سکتی، سرفروشی وقربانی کا لفظ اگر زندگی کی ڈکشنری سے نکال دیا جائے تو وہ صرف حساب وکتاب کا کھاتہ، یا بنیا کی دوکان بن کر رہ جائے گی، جہاں ہمیشہ سر چھپانے اور پہلو بچانے کو ترجیح دی جائے گی اور مصلحت پرستی اور عافیت طلبی زمانہ کا فیشن اور سکہ رائج الوقت قرار پائے گا۔

یہ دنیا اسی کے آگے سر جھکانے کی عادی ہے جو سر اونچا کر کے چلنے کا عادی ہو، اسی شخص کی بات توجہ سے سنتی ہے جو حق بات کہنے کا حوصلہ رکھتا ہو، اسی کے لیے راستہ صاف کرتی ہے جو خود اپنا راستہ بنانے اور دشواریوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ اسی کے لیے جان نثار کرتی ہے جس کی ساری زندگی جاں نثاری اور سرفروشی کا نشان ہو، خدمت گزاروں اور فدا کاروں کی تند وتلخ باتیں اس کو بسر وچشم قبول ہوں اور عافیت کوشوں اور مصلحت پسندوں کی خوشامدانہ ادائیں اس کی آنکھوں کے لیے ناگوار اور اس کی نظر میں ذلیل وخوار ہوں۔ یہ قدرت کا ہمیشہ سے دستور ہے اور دنیا کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے۔

اس دستور وقانون کے خلاف کسی نئے راستے سے کامیابی حاصل کرنے کی کوئی کوشش ہمارے لیے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوگی، یہ ریت میں منہ چھپانے یا اپنے آپ کو دھوکہ میں رکھنے کی ایک مضر شکل ہوگی اور اس سے خطرات میں مزید اضافہ ہوگا۔"

(ماخوذ از: جادۂ فکر وعمل)

سیرتِ نبویؐ میں معاشرتی زندگی کے چند پہلو اور نمونے

محمد نجم الدین ندوی

معاشرہ کی درست خطوط پر تشکیل کے تئیں نوعِ انسانی کا آفاقی اقدار اور صالح فکر و فلسفہ کی معرفت و آگہی جس قدر ناگزیر ہے، اس سے کم ضروری، عصری تقاضوں کا ادراک اور درست حکمت عملی کی تشکیل نہیں ہے۔ اسلام کے آفاقی اصول اور نبوی فکر و فلسفہ کے نظام فکر و نظر کو سامنے رکھ کر سماجی پہلو کے جواہر پارے کو چن چن کر جمع کیا جائے اور دیکھا جائے تو پورا ایک صالح نظام فکر و عمل نکھرتا ہوا نظر آئے گا، اس کے لیے ہمارے سامنے دو مآخذ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی شکل میں موجود ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریر کی شکل میں جو ذخیرہ محفوظ اور مدون موجود ہے، دراصل یہ قرآن پاک کی شرح و تفسیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا چلتا پھرتا نمونہ اخلاق و کردار کا عطا فرمایا ہے اور وہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے بارے میں دریافت کرتے ہو؟ حقیقت تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو سراپا قرآن تھے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کے لیے ایک لازوال قانون عطا کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾(الأحزاب: ٢١)

(بلاریب تم لوگوں میں سے ہر اس شخص کے لیے فرستادۂ خدا کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔)

سورۂ احزاب کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی اور حیات جاوید کو اسوہ و نمونہ قرار دیا ہے، یہ اسوہ مخصوص طبقہ تک محدود نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کے واسطہ اعلیٰ و بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تکمیل کی خاطر نبیوں اور رسولوں کی بعثت فرمائی، اللہ کے ان فرستادوں کی زندگیوں اور سیرتوں سے ہی انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے، اس لیے ہر زمانہ میں اس عہد کے نبی کو اسوہ و نمونہ بنایا، مگر ہر ایک نبی و رسول کی آمد سے یہ ثابت ہوتا کہ یہ محدود زمانہ اور متعین اقوام کے لیے تھے، اس سنہرے سلسلہ کی آخری کڑی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہیں، بایں سبب ختم الرسل کی تعلیمات دائمی وجود کی حامل ہیں اور آپ علیہ السلام کی ذات قدسی صفات کو مجموعہ کمال بنا کر نوع انسانی کے تئیں نمونہ عمل اور قابل تقلید اسوہ قرار دیا، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دائمی اور آفاقی ہے، اس لیے زمان و مکان کے انقلابات اور حوادث دہر کے باوجود سدابہار اور زندہ جاوید ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دوام اور بقا ملی ہے۔ کسی شخصیت کو قابل تقلید اسوہ و نمونہ قرار دینے کے واسطہ چند شرطیں ناگزیر ہیں، مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بتایا ہے کہ جس چیز کی ضرورت دائم و باقی ہوتی ہے، انقلابات و حوادث کے باوجود برقرار رہتی اور کبھی اس پر زوال نہیں آتا، لہٰذا دنیا کی کوئی شخصیت اسی وقت اسوہ و نمونہ بن سکتی ہے جس میں چار طرح کی شرطیں پائی جاتی ہوں:

(۱) تاریخیت (۲) جامعیت (۳) کاملیت اور (۴) عملیت

پہلی اور اولین شرط تاریخیت کا پہلو ہے کہ وہ شخصیت تاریخی لحاظ سے پیش کردہ احوال، تاریخ و روایت کی رو سے صحت و استناد کے اعلیٰ معیار پر پوری اترے۔ دوسری شرط جامعیت ہے کہ تمام طبقہ انسانی کو اس شخصیت نے رہنمائیاں پیش کی ہوں، تیسری شرط

جامعیت ہے کہ اس شخصیت کی پوری زندگی کا ہر ایک لمحہ پیدائش سے لے کر وفات تک لوگوں کے سامنے ہو، زندگی کا کوئی ایک ایسا گوشہ مختصر زمانہ کے لیے سہی' نہ گزرا ہو کہ نظروں سے اوجھل ہوا اور آخری شرط عملیت یعنی عملی پہلو ہے کہ اس شخصیت نے صرف اچھائی کی تلقین وترغیب نہ دی ہو بلکہ اس کو سب سے پہلے برت کر دکھایا ہو۔

نوع بشری میں سے کسی بھی شخصیت کو اسوہ ونمونہ بنانے کے لیے ان ارکان اربعہ کی کسوٹی پر جانچ پرکھ کر طے کیا جائے گا، اگر کوئی شرط فوت ہوتی ہے تو وہ شخصیت اسوہ ونمونہ بن نہیں سکتی، اگر ان تحریر بالا شرطوں پر پوری نوع انسانی کی تاریخ کا عدل وانصاف سے جائزہ لیا جائے تو اس پر تنہا شخصیت سوائے آخری نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور کہیں اور کسی جگہ نظر نہیں آتی، کیونکہ اس میں یہ چاروں شرطیں پوری پوری پائی جاتی ہیں، یہی وہ بنیادی وحتمی سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو دنیا کے آخری دن تک کے لیے نمونہ قرار دیا گیا اور فکری ونظریاتی دشمنی ومخالفت اور عملی لحاظ سے بغاوت کرنے والوں کے لیے عام چیلنج بھی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً﴾(الأحزاب: ٥٧)

(جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ نے پھٹکار کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

اور جس نبی کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(التوبة: ١٦)

(تمہارے پاس تم میں سے ایک فرستادہ آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کا حریص اور ایمان والوں پر نہایت جذبہ شفقت والا اور مہربان ہے۔)

جس کی بشارت عہد گزشتہ کے جملہ انبیاء دیتے آئے ہیں، اگلی آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں واضح نشانات اور مابہ الامتیاز خصائص کے تذکرے ہیں، علمائے یہود ونصاریٰ نے تصدیق وتائید تک کی ہے، سب سے بڑھ کر دعائے خلیل ونوید مسیح ہے، انہوں نے انسانی تاریخ کی مختصر ترین تیئیس سالہ مدت میں سماجی ومعاشرتی انقلاب لاکر پوری دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ اور ایک مثالی معاشرہ کا نمونہ پیش کر دیا اور اس کا قیمتی سرمایہ آج بغیر کسی شبہ کے محفوظ وموجود ہے، نیز حضور ﷺ کا عملی کردار ونمونہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت بھی ہے۔

معاشرتی وسماجی زندگی میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیش بہا ہدایات وارشادات' ذخیرۂ احادیث میں جا بجا ملتے ہیں، معاشرہ کی تشکیل وتنویر خاندان سے ہوتی ہے اور یہ خاندان ایک مرد وخاتون کی ترکیب سے وجود پاتا ہے، اس کے بنیادی اجزا میں زن وشوہر، مادر وپدر اور اولاد سے وجود پاکر اعزہ واقربا اور ہمسایہ ومہمان سے گزر کر عام کلمہ گو اور عام انسان تک اس کا دائرہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے، معاشرہ کے ان تمام افراد واجزاء کے تئیں وحی الٰہی کے پہلو بہ پہلو نمایاں نبوی ارشادات وہدایات موجود ہیں اور عمل وکردار کے نمونہ نے ان سب کی رہنمائی وہدایت فرمائی ہے، اس طرح دین کے تمام پہلو روز روشن کے مثل عیاں وہویدا ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تركتم على ملة بيضاء ليلها كنهارها سواء" (تم سب کو میں نے ایک ایسی روشن راہ پر چھوڑا ہے کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن وتاباں ہے۔)

معاشرتی وسماجی زندگی میں دو پہلو ہیں، ایک قانونی حیثیت سے ہے اور دوسرا اخلاقی لحاظ سے، دونوں پہلو میں کامل وبہترین کردار ونمونہ نے اخلاقی خوبیوں سے بھرپور مثالی معاشرہ کی تنویر بخشی ہے، ایک اچھے معاشرہ کی خوبی ہوتی ہے کہ اس میں عدل وانصاف کی بالادستی ہو، برابری اور مساوات کا برتاؤ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی میں اس کے روشن نمونے اور مثالیں بہت سی ملتی ہیں، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک مرتبہ قریش کی ایک خاتون کی چوری کے جرم میں گرفت ہوئی، عزیز ترین اصحاب نے سفارش اس سلسلہ میں چاہی تو ارشاد ہوتا ہے کہ

''تم سے پہلے کی قومیں اسی لیے ہلاک و برباد ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معمولی آدمی گناہ کرتا تو اس کو سزا دی جاتی اور بڑے لوگ گناہ کرتے تو ان کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔''

مظلوموں اور بے کسوں کا سہارا اور حاجب مندوں کی مدد واعانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک نمایاں گوشہ ہے، مکی ومدنی زندگی میں بے شمار مواقع ایسے آئے کہ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ اختیار فرمایا، مکی زندگی میں نبوت سے سرفرازی سے قبل ایک اہم اور تاریخی معاہدہ مکہ مکرمہ کی ارض پاک میں ہوا، اس میں حضور علیہ السلام بنفس نفیس شریک معاہدہ رہے، اس کی بنیاد اس پر تھی کہ کسی پر ظلم کو روا نہیں رکھا جائے گا اور مظلوم کی مدد کی جائے گی، جسے تاریخ میں حلف الفضول سے موسوم کیا گیا ہے، ظلم وزیادتی کے خلاف آواز بلند کرنا، جہد وعمل کرنا اور مظلوم وستائے ہوئے کو حق دلانا اس قدر پسند تھا کہ ایک مرتبہ مدنی زندگی میں بھی فرمایا کہ

''اگر آج بھی مجھے حلف الفضول کے لیے بلایا جائے تو میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

جمہوریۂ ہند میں آئے دن کے اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ یہاں کسی کی دل آزاری ہے تو وہاں کسی کی کردارکشی ہوتی ہے، مسلمان اپنے وطن میں اب تک وہ مقام نہیں پا سکا جس کا حق رکھتا تھا اور کوشش کی جارہی ہے کہ ان کو بزدل، نکما اور آئندہ کے حوالہ سے مایوس کر دیا جائے، بایں وجہ ضروری ہے کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں، اپنے کو پہچانیں اور اپنی ذمہ داری کا احساس وادارک کے ساتھ خیر امت بن کر جینے کا عزم کریں، باحوصلہ وباہمت اور باشعور بن کر جئیں۔ قرآن کا یہ پیغام سنایا جائے کہ

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾(آل عمران:۱۳۹) (اور کمزور مت پڑو نہ غم کھاؤ اگر تم ایمان والے ہو تو سربلند تم ہی رہو گے۔)

حزن وملال اور احساس کمتری اور مایوسی کے دلدل سے نکلنے والوں کو پھر وحی الٰہی کی یہ آیت مژدہ سنائی جائے جس میں پیام سرمدی پنہا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(الأحقاف: ۱۳)

(یقیناً جنھوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ جمے رہے تو ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔)

محاسبہ کی ضرورت

مولانا جعفر مسعود حسنی ندویؒ

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو راستہ دکھایا اور اس کے لیے جو ہدایت نامہ جاری فرمایا، امتی ہونے کے دعوے دار ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس ہدایت نامہ کی روشنی میں اپنی زندگیاں گذارتے ہیں؟ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر غم وغصہ کا اظہار بجا بلکہ غیرت، خودداری اور عشق نبوی کا لازمی تقاضا ہے، اگر ہمارے دلوں میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جاں نثاری کا جذبہ نہیں تو پھر ہمارا ایمان بھی سلامت نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ، اولاد اور عام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔'' لیکن اگر حکم عدولی کرکے ذاتِ رسالت کی توہین کا مرتکب خود ہوا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرکے باغیوں کی صف میں خود شامل ہوا جائے تو غصہ کس پر اترنا چاہیے اور ناراضگی کس کے خلاف ہونی چاہیے؟'' (ماخوذ از: دعوتِ فکر وعمل)

بوڑھی شہیدہ

محمد مصعب ندوی بارہ بنکوی

جب مئی جون کی سخت ترین گرمی پڑتی ہے تو ہم اپنے پُرسکون گھروں میں ہوتے ہوئے بھی کس طرح سے بلبلا اٹھتے ہیں اور پھر اگر ہمیں ننگے پاؤں کسی تپتے ہوئے فرش یا ریت پر چند لمحوں کے لیے ہی سہی صرف چلنا پڑ جائے تو پھر کیا حالت ہو جاتی ہے؟!

اُف! ذرا تصور کیجیے! صحراء عرب کی گرمی، آسمان شعلے برسا رہا ہے، مکہ کی ریت پوری شدت سے تپ رہی ہے، چلچلاتی دھوپ سے صفا کے پرندے بلبلا رہے ہیں، ہر سمت بادِ سموم کے تھپیڑے چل رہے ہیں، ایسے میں کمزور اور لاغر، پر صبر و استقامت کی پیکر ایک بوڑھی عورت مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر بے بس سی کھڑی ہے، اس کے نازک بدن پر لوہے کی زرہ کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے جو مسلسل دھوپ کی تیزی سے انگارہ بن کر اس کے جسم کو داغ رہی ہے، پاؤں میں آبلے پڑ رہے ہیں مگر مجال ہے وہ اُف بھی کرے، پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جمی ہوئی کھڑی ہے، اردگرد مکہ کے چند بدبخت سردار کھڑے اس عورت پر ٹھٹھا لگا رہے ہیں، سنگ دلوں کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوتا ہے کہ...

اے بوڑھیا!

اس کلمہ سے انکار کر دے جس کے لیے اتنی تکلیف برداشت کر رہی ہے ورنہ تیرا سارا دن اسی طرح سے گذرے گا۔

سن بوڑھیا!

جس دین کا نشہ خود پر چڑھا رکھا ہے، دیکھ! اس دین سے باز آجا! نہیں تو ہم تجھے ایسے ہی ہلاک کر دیں گے۔

بوڑھی عورت دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی کہتی ہے کہ کلمہ حق کا نشہ جب زبان سے ہو کر دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تو پھر کہاں اتر سکتا ہے، پھر تو سخت سے سخت آزمائش بھی راہ حق سے نہیں ہٹا سکتی ہے۔

اتنے میں وہ ایک محبت آمیز بھرائی ہوئی آواز سنتی ہے:

''سمیہ! صبر کرو، تمارے لیے خدا نے جنت تیار کر رکھی ہے۔''

یہ آواز کس کی ہے؟ ہاں! یہ آواز محبوب خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو ادھر سے گذر رہے تھے۔ ہائے! یہ سارا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیا گذری ہوگی؟!

سمیہ آپ کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھتی ہے اور سارے درد و غم بھول جاتی ہے، سمیہ کے بے قرار دل کو قرار سا آجاتا ہے، سورج اب شام کی دلہن کو مہندی لگا رہا ہے، رات اپنے پُرسکون دامن کو پھیلانے کے لیے تیار ہے، سمیہ کو اس اذیت سے چھٹکارا ملتا ہے، گھر آتے ہی وہ اپنے رب کے حضور کھڑی اپنے پیارے رب سے صبر و استقامت کی بھیک مانگ رہی ہے اور اس سے اپنا تعلق مضبوط کر رہی ہے، پر جلد ہی رات اپنا پُرسکون دامن سمیٹ لیتی ہے، سورج چڑھتے ہی ایک بار پھر سے کمزور سمیہ کو زرہ میں جکڑ کر تپتی ہوئی ریت پر سنگ دل کافر لا کھڑا کرتے ہیں، اسی طرح ایک عرصہ تک سمیہ کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جاتا ہے اور یہ صنف نازک دین حق کی خاطر سب کچھ خوشی خوشی سہتی رہتی ہے۔

لیکن اب کافر مارے غصہ سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں کہ اتنی کمزور جان پر اس قدر لرزہ خیز ظلم ڈھانے کے بعد بھی اسے اس کے راستے نہ ہٹا سکے، اس کے قدموں میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ پیدا ہوئی۔ ابوجہل تو مارے غصہ سے دیوانہ وار گالیاں دیتا ہوا مکہ کی گلیوں میں ٹہل رہا ہے، پھر بھی جب اس کے دل کی بھڑاس نہ مٹی تو وہ رات

ہوتے ہی حضرت سمیہ کے گھر میں گھس گیا اور اول فول بکتے ہوئے پوری طاقت سے دونوں رانوں کے درمیان برچھا مارا کہ کمزور سمیہ اس حملے کی تاب نہ لا سکی اور ان کی کی روح جسم سے آزاد ہو کر اپنے کریم رب سے جا ملی، لکھنے والوں نے لکھ لیا کہ اسلام کی خاطر دین حق کی راہ میں سب سے پہلی شہادت ایک عورت یعنی کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی۔

جب حضرت سمیہ کے بیٹے عمار کو اس کی خبر ملی تو وہ گرتے پڑتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ یارسول اللہ! اب تو حد ہوگئی، قوت برداشت جواب دے رہی ہے، عمار صبر کرو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھرّا گئی، آپ نے دعا فرمائی، اے خدا! آل یاسر کی جہنم کی آگ سے حفاظت فرمانا، اُف کس طرح سے عمار نے صبر کیا ہوگا، یقیناً خدا کے نیک بندے بہت آزمائے جاتے ہیں اور آزمائشوں سے گذر کر ہی قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے، پھر جب جنگ بدر میں ابوجہل مارا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عمار! آج خدا نے تماری امی کے قاتل سے بدلہ لے لیا۔

بلاشبہ ایسے ایمان افروز واقعات میں بہت کچھ عبرت ونصیحت کا سامان ہے۔ اے کاش کہ کوئی اس سے نصیحت حاصل کرے۔

مسلمان ہرگز مایوسی کا شکار نہ ہوں!

مولانا عزیز الحسن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

”ہم مسلمانوں سے صاف لفظوں میں کہنا چاہتے ہیں کہ حالات خواہ کتنے ہی ناموافق ہوں، ان پر شک وشبہ کیا جا رہا ہو، انہیں دیش دروہی ٹھہرایا جا رہا ہو، ان کے نوجوانوں کو گھروں سے، دکانوں سے اور شاہ راہوں سے اٹھایا جا رہا ہو، ان کے ساتھ قدم قدم پر امتیاز برتا جا رہا ہو، مگر وہ بددل اور مایوس ہو کر بیٹھ نہ رہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں اور تعمیری سرگرمیوں میں اضافہ کر دیں۔ جب کسی مریض پر ہذیانی دورے پڑ رہے ہوتے ہیں یا سرسامی کیفیت طاری ہوتی ہے تو معالج اور تیمار دار مایوس ہو کر بیٹھ نہیں جاتے بلکہ اور مستعد ہو کر علاج کرتے ہیں۔ فارسی زبان کی مشہور مثل ہے ”نزلہ برعضو ضعیف می ریزد“ یعنی مصیبت ہمیشہ کمزور وضعیف پر آتی ہے، اگر مسلمان کمزور ہیں تو ان پر مصائب کا نزول ضرور ہوگا، لیکن ان کو سمجھنا چاہیے کہ وطن عزیز میں انہی پر مصیبتیں نہیں آ رہی ہیں اور بھی بہت سے طبقات ہیں جن کے ساتھ امتیاز برتا جا رہا ہے، ستایا اور مارا جا رہا ہے۔ ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے بلکہ عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ کشتی جب منجدھار میں پڑ جائے تو دریا میں چھلانگ لگانے کے بجائے حکمت ودانائی کے ساتھ اس سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیے اور دوسروں کو شریک غم بنا لینا چاہیے۔ انہیں اس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے کہ بہت سے لوگ ہیں جو حق وانصاف کی لڑائی میں ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہندوستانی عوام کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ فرقہ پرست، علیحدگی پسند اور متشدد عناصر اس ملک کے دشمن ہیں۔ جس دن ان کی سمجھ میں یہ بات آ جائے گی، وہی دن ہندوستان کی آزادی اور نجات کا پہلا دن ہوگا۔ انگریزوں کی غلامی کے جوے سے تو ہم ۱۹۴۷ء میں آزاد ہو گئے تھے مگر ذات پات، اونچ نیچ، تعصب، فرقہ واریت اور توہم پرستی سے ابھی تک نجات حاصل نہیں کر سکے ہیں۔“ (مضامین عزیز: ۶۹-۷۰)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم: نبوت کی آخری شمع اور ابدی پیغام

سید سیف الدین لکھنوی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً﴾(الأحزاب: ٤٠)

(محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں البتہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔)

یہ مضمون اس عظیم ترین ہستی کے بارے میں ہے جنہیں رب ذوالجلال نے ''خاتم النبیین'' قرار دیا، وہ نورِ رسالت جن سے نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا اور بندگانِ خدا تک ابدی پیغام پہنچایا گیا۔

اس آیت مبارکہ کے ذریعہ رب تعالیٰ نے بلند آواز میں اعلان فرمادیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی آخری شمع ہیں جن کے بعد رسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں جن کی اطاعت، محبت اور پیروی ہر مسلمان پر لازم ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ"(سنن الترمذی: ۲۲۷۹)

یعنی اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آ چکا ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

''میرے بعد تیس دجال اور کذاب پیدا ہوں گے، ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''(سنن ابوداؤد: ۳۹۰۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا رحمت، محبت اور اخلاص ہے۔ قیامت تک کوئی انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول بننے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اسی وحدتِ رسالت میں امت کی عظمت چھپی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، آپ ہی سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔''(سنن ترمذی: ۳۶۳۸)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی رحمت عامہ کے مظہر، پیغامِ وحدت اور عزتِ انسانیت کے علمبردار ہیں۔ ہر عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلے، سچائی اور اخلاص کی روشنی پھیلائے اور پیغام ختم نبوت کی پاس داری کرے۔

خاتم النبیین کی رسالت تمام انسانیت کے لیے ابدی چراغ ہے۔ اس بارگاہ سے جو روشنی ملی، اس نے دلوں کے اندھیرے مٹا دیے، ہر دور کے انسان کے لیے امید، محبت اور رُشد و ہدایت کی ضمانت بنی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک شخص کی نہیں بلکہ پوری امت کی رہنمائی کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، سنت اور احکامات سے ہر دور میں مسلمان اپنی زندگیوں کو منور کرتا رہا ہے۔ ختم نبوت ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے جو سب سے کامل اور آخری ہادی بھیجا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو قیامت تک تمام انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی شعاع ہے جو دلوں کو پاکیزہ بناتی ہے اور انسان کو ہر برائی سے بچاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں تمام قربانیاں نیک اور قبول ہوتی ہیں۔ چاہے وہ زبان سے درود وسلام

کہنا ہو یا اپنے کردار کو آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق ڈھالنا، ہر عمل محبت ختم نبوت کی دلیل ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کرے اور اسے مجروح کرنے والوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ یہ عقیدہ نہ صرف ایمان کا حصہ ہے بلکہ امت کے اتحاد اور سلامتی کی بنیاد بھی ہے۔ اس پر استقامت کی وجہ سے ہی اسلام آج دنیا میں جیتا جاگتا دین ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت ایسی ہے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت، ہدایت، اخوت اور اعلیٰ اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف عبادات واخلاق کی بہترین تعلیم دی بلکہ ظلم و جور، جہالت اور شرک کے اندھیروں کو روشن کر کے انسانوں کو ایک نئی زندگی دی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی ہر تفصیل ہمیں امن، محبت، قربانی اور عدل کا درس دیتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات، اخلاق اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کو سنوارنا چاہیے تاکہ ہم ان کے حقیقی مرید بن سکیں۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کا ہر پہلو ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ہمیں چاہیے کہ ان کی تعلیمات کو سمجھ کر اپنی زندگیوں میں اپنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ختم نبوت کے عقیدے پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں نبی کریم ﷺ کی محبت اور فرماں برداری کی دولت عطا فرمائے تاکہ ہم اس عظیم پیغام کو پوری دنیا تک پہنچا سکیں۔ آمین!

مذہبِ اسلام کی امتیازی خصوصیت

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندویؒ

’’دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اپنی کامل نشو ونما جب ہی پائی ہے جب وہ معرفت وروحانیت کی آغوش سے نکل کر سلطنت اور حکومت کی گود میں چلے گئے ہیں۔ مسیحی مذہب کی ترقی رومی بادشاہوں کی رہین احسان ہے۔ بودھ نے بہت کچھ تبلیغ کی لیکن اس کا عالم گیر مذہب بھی اسی وقت اپنی تکمیل کر سکا جب وہ اشوک خاندان کی سرپرستی میں آ گیا۔ لیکن اسلام اپنی تاریخ میں بالکل علیحدہ ہے۔ وہ جن جن ملکوں میں گیا اور جن جن جماعتوں میں پھیلا، اخلاق وروحانیت سے گیا۔ غریب تلوار اسلام میں روحانیت اور مذہب کے داخلہ کے بعد گئی۔ افریقہ اور ہندوستان کی نظیریں اس بارے میں بہت صاف ہیں۔ اس خاص نعمتِ تبلیغ کو بھی نام مبارک میں ظاہر کر دیا گیا ہے: ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

بظاہر اسباب ان مفاسد کے مٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن فطرت کی تدبیریں اندر اندر جاری رہتی ہیں اور ایک وقت معین پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ فطرت کی رفتار ہوا کی طرح تیز اور سیلاب کی طرح نرم ہوتی ہے۔ خوش تدبیری اور حسن اسلوب کے موقع پر بھی حمد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پس لفظ ’’محمد ﷺ‘‘ کے ایک یہ بھی معنی قرار دیے جا سکتے ہیں کہ وہ جس کے ساتھ خوش تدبیری نے ترقی کی۔ آپ ﷺ کی تعلیم کا انتشار، آپ کا لایا ہوا دین‘ خدا کی خاص مرضی اور خاص تدبیر سے عالم میں پھیل گیا جس کی سرعت اور بغیر جد و جہد رفتار ترقی سے اس وقت بھی دنیا متحیر ہے۔‘‘ (ذکر مبارک: ۲۳-۲۴)

طاقت کا نشہ

محمد ارمغان بدایونی ندوی

نشہ آور اشیاء ہر سماج میں ناپسندیدہ ہیں، نشہ کا انجام نہایت مہیب ہے اور نشہ کا چسکا انتہائی مضر! اشیائے خوردنی کا نشہ ہڈیاں گلاتا ہے، مہلک بیماریاں بناتا ہے، دماغ کو مفلوج کرتا ہے، معدہ کو تباہ کرتا ہے، اعصاب کو متاثر کرتا ہے، جسم میں زہریلے مادے پھیلاتا ہے اور بالآخر نئی نسل کو ذہن وفکر سے عاری اور صحت وتوانائی میں مفلس بنا کر خاندان اجاڑ دیتا ہے اور گھر بار تباہ کر دیتا ہے۔

نشہ زندگی کی ضد ہے اور بربادی کی پہلی منزل، زندگی پرواز چاہتی ہے اور نشہ تنزلی، زندگی ہمسایے چاہتی ہے اور نشہ بے گانے، زندگی تعمیر چاہتی ہے اور نشہ تخریب، زندگی عزت چاہتی ہے اور نشہ بے عزتی، زندگی اعلیٰ معیار چاہتی ہے اور نشہ ادنیٰ معیار، زندگی بلند عزائم چاہتی ہے اور نشہ فقط ایک کش!

دنیا میں نشے کی مختلف اقسام اور متعدد شکلیں ہیں، جن میں نشہ کی ایک قسم ''طاقت کا نشہ'' بھی ہے، طاقت کا نشہ دنیا کے سبھی نشوں سے زیادہ خطرناک، مہلک اور تباہ کن ہے، اس کا فلسفہ سب سے الگ اور اس کے مضرات نہایت سنگین اور بہت ہی گہرے ہیں، اس نشہ میں تعدیہ کے جراثیم سبھی زہرناک جراثیم سے زیادہ بھیانک ہیں۔

طاقت فی نفسہٖ شئ محمود ہے، تاہم نشہ ہر اس چیز کا حرام ہے جو انسان کے اندر سے انسانیت کا عنصر ہی چھین لے، طاقت کا وجود ظلم مٹاتا ہے مگر طاقت کا نشہ ظلم کو فروغ دیتا ہے، طاقت کا وجود بدعنوانی ختم کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ بدعنوانی کو بڑھاوا دیتا ہے، طاقت کا وجود امن کا نفاذ کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ بدامنی پھیلاتا ہے، طاقت کا وجود تحفظات فراہم کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ تحفظات ختم کرتا ہے، طاقت کا وجود ترقی کے آنے بانے بنتا ہے مگر طاقت کا نشہ ترقی کے سانچے ہی توڑ پھوڑ دیتا ہے، طاقت کا وجود ماہرین فن کی دریافت کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ چور وڈاکو پیدا کرتا ہے، طاقت کا وجود ملکوں کو مضبوط کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ ملکوں کی بنیادیں ہلا دیتا ہے، طاقت کا وجود بھید بھاؤ کی سڑاہن کو صاف کرتا ہے مگر طاقت کا نشہ بھید بھاؤ کے عناصر کو پروان چڑھاتا ہے، طاقت کا وجود حقوق دلاتا ہے مگر طاقت کا نشہ حقوق چھین لیتا ہے، طاقت کا وجود آئین کا پاس دار ہوتا ہے مگر طاقت کا نشہ آئین کی دھجیاں اڑاتا ہے، طاقت کا وجود اپنے ماتحتوں کا محافظ ہوتا ہے جب کہ طاقت کا نشہ انہیں زمین کا بوجھ سمجھتا ہے۔

طاقت کا نشہ ایک لا علاج بیماری ہے، جس میں افکار واقدار اور معیار بدل جاتے ہیں، ذہن کی سوچ اور سوچنے کا ڈھنگ تبدیل ہوجاتا ہے، بصارت پر دبیز پردے حائل اور بصیرت سے محرومی ہوجاتی ہے، انسانی ضمیر مردہ اور حس لطافت بے جان ہوجاتی ہے۔

طاقت کا نشہ جب سر چڑھ کر بولتا ہے تو ظلم کو انصاف، ستم کو کرم، گالی کو مرہم اور مفلسی کو امیری سمجھا جاتا ہے، پھر نوجوانوں کا مستقبل سیاہ ہوتا ہے، ان کی ترجیحات سے اعراض کیا جاتا ہے، ان کی زندگی کا استحصال اور ان کی طاقت کا ناجائز استعمال ہوتا ہے، انہیں پرفریب نعروں میں الجھا دیا جاتا ہے، انہیں جھوٹی تسلیوں سے بہلا دیا جاتا ہے اور مانند سراب ترقی کے سبز باغات دکھا کر انہیں میٹھی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ بلا شبہ طاقت کا نشہ ملکوں کو تباہ کر دیتا ہے، نسلوں کو برباد کر دیتا ہے، تہذیبوں کو مسخ اور حریتِ رائے کا حق سلب کر لیتا ہے۔

طاقت کا نشہ حسن وقبح کا فرق ختم کر دیتا ہے، اچھے بھلے کی تمیز مٹا دیتا ہے، اسی لیے وہ نا اہلوں کو خوب نوازتا ہے، ان کی جرأتیں بڑھاتا ہے، انہیں معصومیت کے تمغے دیتا ہے، اعلیٰ مناصب پر بٹھاتا

ہے جن کے ذریعہ وہ اپنے ناپاک منصوبے کامیاب بناتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ نشہ فرعونی سامراج کو فروغ دیتا ہے، بدعنوانی کو ہوا دیتا ہے، ملکی معیشت کو ابتر کرتا ہے اور قوموں کو تاراج کر دیتا ہے۔

طاقت کا نشہ بہت گہرا ہے اور اس کی پالیسی بھی حد درجہ زہر آگیں، جب سر عام اس نشہ کا طوطی بولتا ہے تو زندگی کا ہر شعبہ اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتا ہے، ذرائع ابلاغ اس کا مطیع، محکمہ امن اس کا ناز بردار، محکمہ تفتیش اس کے اشارۂ ابرو کا پابند، محکمہ انتخابات اس کے کنایوں کا رازداں اور محکمہ انصاف اس کا رہین منت ہو جاتا ہے۔

طاقت کا نشہ سماج کے ہر طبقہ پر اثر انداز ہوتا ہے، جس کے اثرات لوگوں کے کردار و گفتار میں جھلکتے ہیں، معلمین کا طریق تفہیم جدا ہو جاتا ہے، اہل سیاست کا لب ولہجہ کرختگی اختیار کر لیتا ہے، تحریکوں کا ایجنڈا بدل جاتا ہے اور اس نشہ سے متاثر عام آدمی کا طرز سخن بھی زہر آلود ہو جاتا ہے۔

طاقت کا نشہ ایک غیر محدود سماجی وبا ہے، اگر اہل دانش وبینش اس کا شکار ہو جائیں تو یہ تاریخ میں تحریف، نصاب تعلیم میں زہر افشانی اور دفاتر میں رشوت ستانی کو روا کر دیتا ہے اور اگر ارباب حل وعقد اس کے عادی ہو جائیں تو یہ مظلوموں پر ظلم، معصوموں پر بربریت، نہتوں پر ڈاکہ، شریفوں سے چھیڑ چھاڑ، صنف نازک کی بے عزتی اور جویان حق کو قتل کی راہ دکھاتا ہے۔

طاقت کا نشہ متعدی اور اس کا نتیجہ تخریب کاری ہے، یہ نشہ اخلاق کا دیوالیہ کر دیتا ہے، قوموں کی تقدیر میں خط غلامی کھینچ دیتا ہے، ملکوں کی قسمت میں معاشی بحران چسپاں کر دیتا ہے، انسانی سماج میں نفرت کی خندقیں کھود دیتا ہے اور پسماندہ طبقات کی زندگی سے روشن مستقبل کی اصطلاح غائب کر دیتا ہے۔

طاقت کا نشہ جذبہ تعمیر کے منافی ہے، جذبہ تعمیر صالح افراد چاہتا ہے اور طاقت کا نشہ فاسد افراد، جذبہ تعمیر عروج چاہتا ہے اور طاقت کا نشہ زوال، جذبہ تعمیر امن چاہتا ہے اور طاقت کا نشہ خوف وہراس، جذبہ تعمیر تعلیم یافتہ سماج چاہتا ہے اور طاقت کا نشہ جہالت!

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

علامہ سید سلیمان ندویؒ

''ظالم دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے مگر کب؟ جب اس کا دستِ ظلم شل ہو جاتا ہے۔ مغرور سجدہ میں گرتا ہے مگر کس وقت؟ جب اس کا سرِ پُرغرور پامال ہو جاتا ہے۔ گنہگار اور عاصی اپنے لبوں کو توبہ واستغفار کے لیے کھولتا ہے مگر کب؟ جب اس کی زبان کلماتِ کفر نکالتے نکالتے تھک جاتی ہے۔ نشہ قوت وحکومت سے مت والی اور سرمست قوموں کا بھی ایک روز نشہ طاقت وحکمرانی اتر کر رہے گا، مگر یہ اس وقت ہوگا جب ان کے جور وجفا، فسق وفجور، عصیاں وگنہگاری کی شبِ تاریک گذر چکی ہوگی اور انتقام واحتساب کی صبح طلوع ہونے پر ہوگی۔ یہ وہ گھڑی ہوگی جب حسرت وندامت، توبہ واستغفار، اعتراف واقبال، معذرت وانفعال بے کار ہو جائیں گے اور معدلتِ کاملہ بڑے سے بڑے طاقتور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچا دے گی۔ عادلِ حقیقی کا فرمان آج سے نہیں صدیوں سے سرگشتہ غفلت دنیا کے سامنے منادی کر رہا ہے:

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْماً آخَرِينَ﴾ (الأنبياء: ١١)

(اور ہم نے کتنی ہی آبادیوں کو جہاں کے لوگ ظالم تھے، تہس نہس کر ڈالا اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں اٹھا کر کھڑی کیں۔)''

(شذرات سلیمانی: ۱/۱۲۱-۱۲۲)

وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے

مولانا ابوالکلام آزادؒ

''وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی۔ جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام، مدعیانِ علمِ باطل کے ظنون' سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی، اُس کا پُر جلال تخت' علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق' باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہ رہے گا۔ صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارسازِ فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی۔

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں' نہ مجاہدین کی شمشیریں، حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام و نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں' یہ تمام چیزیں کہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں۔ جو علم حق کے نور کے دمکتے ہی فنا ہو جائے گا بلکہ یہ محض ایک غوغا ہے جو علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اڑاتا اجلالِ ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے۔

کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی کامل فتح مندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل کے بندھن ٹوٹیں اور یہ دونوں جبروتی قوتیں' جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں! صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ہاں! وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم عقل حق کی فرماں روائی ہو جائے گی، علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن' صرف اُسی دن خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا، طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا، سچائی کا بول بالا ہوگا، منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس دن کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سر بلند چلے گا، فتح کا نشان اس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف اس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اس دن سارا جہان بانگ دہل شہادت دے گا؛ لا الہ الا اللہ!

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے، ہر عظیم ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے، مگر کلمہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، وہی اس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے، وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا' نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد حق ہے، لہٰذا اس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون الوہیت ہے، لہٰذا اسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔'' (ولادتِ نبویؐ: ٦٦-٦٧)

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 17 ⚜ October 2025 ⚜ Issue: 10

سید احمد شہید اکیڈمی کی پیشکش

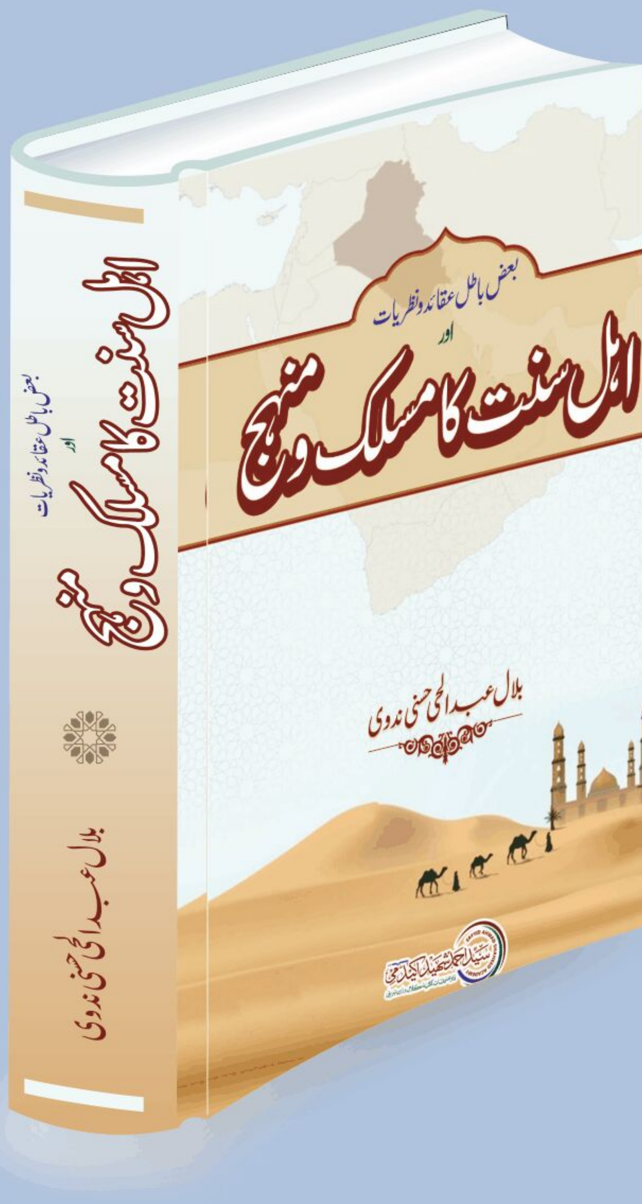

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)